فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات اس زہر سے ہوئی، جو بارہ برس پہلے غار میں سانپ کے ڈسنے کی وجہ سے پیدا ہوا تھا؟

(جواب): سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانا ثابت ہے، مگر جو سانپ کے ڈسنے کا قصہ بیان کیا جاتا ہے، وہ ثابت نہیں۔ جب قصہ ہی ثابت نہیں، تو سانپ کے زہر سے موت ہونا بھی ثابت نہ ہوا۔

(سوال): کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے ادب واحترام واجب ہے؟

(جواب): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال میں ادب واحترام واجب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر یا اسم گرامی زبان پر آئے، تو انتہائی ادب واحترام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے، سننے والوں کو بھی چاہیے کہ محبت رسول میں ڈوب کر درود پڑھیں، یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کا ادب ہے، جو شریعت سے ثابت ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْغُلُوُّ وَالْإِطْرَاءُ مَنْهِيٌّ عَنْهُ، وَالْأَدَبُ وَالتَّوْقِيرُ وَاجِبٌ، فَإِذَا اشْتَبَهَ الْإِطْرَاءُ بِالتَّوْقِيرِ تَوَقَّفَ الْعَالِمُ وَتَوَرَّعَ، وَسَأَلَ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْهُ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُ الْحَقُّ، فَيَقُوْلُ بِهٖ، وَإِلَّا فَالسُّكُوْتُ وَاسِعٌ لَّهٗ، وَيَكْفِيْهِ التَّوْقِيرُ الْمَنْصُوْصُ عَلَيْهِ فِي أَحَادِيْثَ لَا تُحْصٰى،

وَكَذَا يَكْفِيْهِ مُجَانَبَةُ الْغُلُوِّ الَّذِي ارْتَكَبَهُ النَّصَارٰى فِي عِيْسٰى، مَا رَضُوْا لَهٗ بِالنَّبُوَّةِ حَتّٰى رَفَعُوهُ إِلَى الْإِلٰهِيَّةِ وَإِلَى الْوَالِدِيَّةِ، وَانْتَهَكُوْا رُتْبَةَ الرَّبُوْبِيَّةِ الصَّمَدِيَّةِ، فَضَلُّوا وَخَسِرُوا، فَإِنَّ إِطْرَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَدِّي إِلٰى إِسَائَةِ الْأَدَبِ عَلَى الرَّبِ، نَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْ يَّعْصِمَنَا بِالتَّقْوٰى، وَأَنْ يَّحْفَظَ عَلَيْنَا حُبَّنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يَرْضٰى .

''تعظیم میں حد سے بڑھنا ممنوع ہے، جبکہ ادب اور توقیر واجب ہے۔ جب اطرا اور توقیر مشتبہ ہوجائیں تو عالم کو توقف کرنا چاہیے اور رُک جانا چاہیے، جب تک کسی بڑے عالم سے دریافت نہ کرلے، تاکہ حق واضح ہو جائے، پھر وہ اس کے بارے میں بات کرے، ورنہ خاموشی بہتر ہے۔ اسے وہی توقیر کافی ہے، جسے بے شمار احادیث میں وضاحت سے بیان کردیا گیا ہے۔ اسی طرح غلو سے اجتناب کرے، جس کا ارتکاب نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا۔ وہ ان کی نبوت پر راضی نہیں ہوئے، بل کہ انہیں الہٰ اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت وصمدیت میں نقب لگایا۔ یوں وہ گمراہ اور ناکام ہوگئے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں حد سے بڑھنا اللہ کی گستاخی کی طرف لے جاتا ہے۔ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تقویٰ کی بدولت ہمیں بچالے اور جیسے اسے پسند ہے، ہمارے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راسخ فرمادے۔''

(میزان الاعتدال: 650/2)

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ کی محبت کا یہ تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے محبوبوں سے بھی محبت کی جائے؟

(جواب): یقیناً نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کا تقاضا ہے کہ ہر اس ہستی اور شے سے محبت کی جائے، جس سے رسول اللہ ﷺ محبت کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ صحابہ اور اہل بیت سے محبت کرتے تھے، لہٰذا صحابہ و اہل بیت سے بھی محبت کی جائے، یہی رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت کا تقاضا ہے۔

اسی طرح جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں، ان سے نفرت کی جائے، ان کو اپنا بھی دشمن سمجھا جائے، خواہ ان دشمنان رسول سے ہماری گہری رشتہ داری ہو۔ رشتہ داری کو رسول اللہ ﷺ کی محبت پر قربان کر دینا چاہیے۔

(سوال): کیا نبی کریم ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کا اتباع کیا جائے؟

(جواب): محبت رسول اللہ ﷺ کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ سے ثابت شدہ ہر قول و فعل کو حق ماننا چاہیے، پھر اس پر دل و جان سے عمل کیا جائے، تاکہ دعویٔ محبت ثابت ہو جائے۔ اتباع کے بغیر محبت کا دعویٰ محض دعویٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری ان سے محبت کی دلیل ہے۔

❁ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا:

أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ.

''میری اطاعت اس وقت تک کرنا، جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں۔ جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں، تو آپ پر

میری اطاعت فرض نہیں۔‘‘

(السّیرة لابن هشام : 82/6، وسندهٗ حسنٌ)

ہمارا فرض بنتا ہے کہ غلو وتقصیر سے بچتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کو حرزِ جان بنائیں اور شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے آپ ﷺ کی عزت وتوقیر بجالائیں۔

سوال: جو نبی کریم ﷺ کے کسی ثابت شدہ قول یا عمل کو حقیر جانے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ سے جو بھی قول یا عمل بسند صحیح ثابت ہے، اس کو تحقیر کی نظر سے دیکھنا کفریہ حرکت ہے، ایسے شخص پر توبہ واستغفار ہے، ورنہ ارتداد لازم آئے گا۔ نبی کریم ﷺ کی سنت سے استہزا اور استخفاف، دراصل آپ ﷺ کا ہی استہزا اور استخفاف ہے، جو کہ بالاتفاق کفر ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنا کوئی نائب مقرر نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ نبی اور رسول ہیں، آپ پر وحی نازل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات کسی کو نہیں سونپے، نہ کسی نبی کو اور نہ کسی ولی کو۔ بلکہ وہ قادر مطلق ہے۔

نبی کریم ﷺ یا کسی بھی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا نائب مطلق قرار دینا غلو پر مبنی گمراہی ہے، قرون اولیٰ میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں، یہ بعد کی ایجاد ہے۔ اہل سنت نے عقائد پر جتنی کتابیں لکھی ہیں، ان میں یہ نظریہ نہیں ملتا۔

نبی کریم ﷺ نے کبھی بھی خود کو اللہ تعالیٰ نائب یا نائب مطلق قرار نہیں دیا، بلکہ اس کی نفی میں کئی دلائل موجود ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾

(الأعراف : 188)

''کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی فائدے اور نقصان کا مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے۔''

''مگر جو اللہ چاہے۔'' کا معنی ہے کہ وہی نفع نقصان پہنچتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہوتا ہے۔ اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات کے بارے میں یہ خبر دی کہ میں اپنے لیے بھی نفع نقصان کا مالک نہیں۔

﴿نَفْعًا﴾ اور ﴿ضَرًّا﴾ سیاق نفی میں آیا ہے، تو معنی عموم کا ہے، یعنی آپ ﷺ ذرہ برابر بھی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔

۞ اس آیت کی تفسیر میں علامہ نسفی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ إِظْهَارٌ لِلْعُبُودِيَّةِ وَبَرَاءَةٌ عَمَّا يَخْتَصُّ بِالرُّبُوبِيَّةِ مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ أَيْ أَنَا عَبْدٌ ضَعِيفٌ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي اجْتِلَابِ نَفْعٍ وَّلَا دَفْعِ ضَرَرٍ كَالْمَمَالِيكِ إِلَّا مَا شَاءَ مَالِكِي مِنَ النَّفْعِ لِي وَالدَّفْعِ عَنِّي ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ أَيْ لَكَانَتْ حَالِي عَلٰى خِلَافِ مَا هِيَ عَلَيْهِ مِنِ اسْتِكْثَارِ الْخَيْرِ وَاجْتِنَابِ السُّوءِ وَالْمَضَارِّ حَتّٰى لَا يَمَسَّنِي شَيْءٌ مِنْهَا وَلَمْ أَكُنْ غَالِبًا مَرَّةً وَّمَغْلُوبًا أُخْرٰى فِي الْحُرُوبِ.

''اس آیت میں (نبی کریم ﷺ کی) بندگی کا اظہار ہے اور ربوبیت کے ساتھ

خاص علم غیب سے برأت کا اعلان ہے، یعنی میں کمزور بندہ ہوں، غلاموں کی طرح اپنی جان کے لیے نفع حاصل کرنے اور نقصان دور کرنے کا اختیار نہیں رکھتا، مگر میرا مالک مجھے جو نفع دینا چاہے اور مجھ سے جو نقصان دور کرنا چاہے۔
﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾
''میں غیب جانتا ہوتا، تو بہت سی بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے نقصان نہ پہنچتا۔''
یعنی بہت سی بھلائیاں سمیٹنے، پریشانیوں اور نقصانات سے محفوظ رہنے کی وجہ سے میں اس حالت میں نہ ہوتا، یہاں تک کہ مجھے کوئی پریشانی نہ آتی اور میں جنگوں میں کبھی غالب اور کبھی مغلوب نہ ہوتا۔''

(تفسير النّسفي :623/1)

۞ علامۃ الہند نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ (۱۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:
''اس آیت میں اس شخص کے لیے بہت بڑی وعظ اور بہت بلیغ ڈانٹ ہے، جس کی روش یہ ہے کہ وہ مصائب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتا اور آپ سے مدد مانگتا ہے، جبکہ ان مصائب کو دور کرنے کی قدرت اللہ کے سوائے کسی کے پاس نہیں۔ اسی طرح اس آیت میں اس شخص کے لیے بھی زجر وعظ ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ شے طلب کرتا ہے، جسے دینے پر صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی قادر ہے۔ کیونکہ یہ کائنات کے رب کی شان ہے کہ جس نے تمام انبیاء، صالحین اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا، وہی انہیں رزق دیتا ہے، انہیں زندہ کرتا، ہے اور انہیں مارتا ہے۔ تو ایسا کیوں کر درست ہوسکتا ہے کہ کسی نبی، فرشتے یا صالح انسان سے ایسی چیز مانگی جائے، جسے دینے سے وہ عاجز ہو اور وہ اس پر

قدرت نہ رکھتا ہو اور اس رب سے وہ چیز نہ مانگی جائے کہ جو رب الارباب ہے، ہر چیز پر قادر، خالق، رازق، عطا کرنے والا اور روکنے والا ہے؟ اس آیت میں آپ کے لیے بڑی واعظ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سید ولد آدم اور خاتم الرسل ﷺ کو حکم دے رہے کہ وہ اُس کے بندوں سے کہہ دیں کہ میں اپنی جان کے لیے بھی نقصان اور نفع کا مالک نہیں ہوں، تو آپ ﷺ دوسروں کے لیے نفع نقصان کے مالک کیسے بن گئے اور نبی کریم ﷺ کے علاوہ کوئی اور شخص اپنے لیے نفع نقصان کا مالک کیسے بن سکتا ہے، جو مقام و مرتبہ میں نبی کریم ﷺ سے کم ہے اور اس کی شان نبی کے شان کے برابر نہیں؟ چہ جائیکہ وہ کسی دوسرے کے نفع نقصان کا مالک ہو۔ تعجب ہے ان لوگوں پر، جو مردوں کی قبروں پر (امداد کے لیے) کھڑے ہوتے ہیں، جبکہ وہ مٹی کی تہوں کے نیچے جا چکے ہیں۔ یہ لوگ ان مردوں سے اپنے ضرورتوں کا سوال کرتے ہیں، کہ جن پر صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے۔ ان کو سمجھ کیوں نہیں آتی کہ ان سے شرک صادر ہو رہا ہے اور یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ وہ لا الہ الا اللہ کے مفہوم اور قل ھو اللہ احد کے مدلول کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس سے بڑی تعجب والی بات یہ ہے کہ اہل علم جانتے بھی ہیں کہ یہ لوگ کیا کچھ کر رہے ہیں، مگر ان پر نکیر نہیں کرتے اور انہیں زمانہ جاہلیت کی طرف لوٹنے سے نہیں روکتے۔ بلکہ یہ جاہلیت پہلے زمانے سے بھی زیادہ سخت ہے، کیونکہ پہلے لوگ اعتراف کرتے تھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی خالق، رازق، زندہ کرنے والا، مارنے والا، نقصان اور نفع دینے والا ہے۔ وہ اپنے بتوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا سفارشی اور تقرب کا

وسیلہ بناتے تھے، جبکہ موجودزمانے کے لوگ مردوں کو نقصان ونفع پر قادر سمجھتے ہیں اور بسا اوقات ان کو اکیلے پکارتے ہیں اور کبھی اللہ ذوالجلال کے ساتھ ملا کر پکارتے ہیں۔ ایسے جملوں کے سننے کے شر سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا مددگار رہے، وہ اپنی شریعت کو شرک کی غلاظت اور کفر کی میل کچیل سے غالب کرنے والا ہے۔''

(فتح البيان : 74/6)

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ پر رب تعالیٰ کی بے شمار عطائیں تھیں، اس سے آپ ﷺ خدائی کے مالک کیسے بن گئے؟

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں، اس سے مراد فتوحات اور غنائم ہیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : هٰذَا مَحْمُولٌ عَلٰى سُلْطَانِهَا وَمُلْكِهَا وَفَتْحِ بِلَادِهَا وَأَخْذِ خَزَائِنِ أَمْوَالِهَا وَقَدْ وَقَعَ ذٰلِكَ كُلُّهُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَهُوَ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ .

''اہل علم فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد زمین کی سلطنت و بادشاہت، فتوحات اور معدنیات ہیں۔ یہ سب کچھ واقع ہوا، وللہ الحمد۔ یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے۔''

(شرح النّووي : 35/15)

❀ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ .

''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا، میں نے مشرق ومغرب دیکھے۔ بے شک میری امت کی بادشاہت وہاں تک پہنچ جائے گی، جہاں تک میرے لیے زمین سمیٹی گئی۔ مجھے سرخ اور سفید دو خزانے (سونا چاندی یا قیصر وکسریٰ کی مملکتیں) دیے گئے۔''

(صحیح مسلم: 2889)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) ایک آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يُخْبِرُهُمْ أَنَّهٗ لَا يَقدِرُ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي خَزَائِنِ اللّٰهِ، وَلَا يَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ إِلَّا مَا أَطْلَعَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَلَيْسَ هُوَ بِمَلِكٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ، بَلْ بَشَرٌ مُّرْسَلٌ، مُؤَيَّدٌ بِالْمُعْجِزَاتِ .

''نبی اکرم ﷺ انہیں یہ بتا رہے ہیں کہ وہ اللہ کے خزانوں میں تصرف پر قادر نہیں، نیز وہ غیب نہیں جانتے، ہاں جس بات کی اللہ تعالیٰ انہیں اطلاع دے دیتا ہے، اس کا علم انہیں ہو جاتا ہے، نیز وہ کوئی فرشتہ نہیں بلکہ ایک بشر ہیں جنہیں مبعوث کیا گیا ہے اور معجزات کے ساتھ ان کی تائید کی گئی ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر: 532/3)

سوال: کیا جنت وجہنم کی کنجیاں نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں ہیں؟

جواب: یہ غلو پر مبنی بے دلیل نظریہ ہے۔ اسلاف امت اس کے قائل نہیں تھے۔ جنت اور جہنم کے اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ نبی کریم ﷺ کسی کو جنت یا جہنم

میں داخل کرنے پر قادر نہیں۔ نبی کریم ﷺ اپنے چچا ابو طالب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، مگر نہ انہیں ایمان نصیب نہ کر سکے اور نہ جنت میں داخل کروا سکے، بلکہ وہ جہنم میں ہوں گے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ﴾(البقرة: ٢٧٢)

''(اے نبی!) لوگوں کو ہدایت دینا آپ کا کام نہیں، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔''

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾(القصص: ٥٦)

''اے نبی! آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرماتا ہے اور وہ ہدایت یافتگان سے بخوبی واقف ہے۔''

یہ آیت کریمہ بالاتفاق ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلٰى أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي طَالِب، وَكَذَا نَقَلَ إِجْمَاعُهُمْ عَلٰى هٰذَا.

''مفسرین کرام کا اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ امام زجاج رحمہ اللہ (معانی القرآن واعرابہ: ۴/۱۴۹) وغیرہ نے بھی مفسرین کا اجماع نقل کیا ہے۔''

(شرح النّووي: 41/1)

ابو طالب جنت میں داخل نہ ہو سکے، البتہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے ان کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی۔

❁ سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهٗ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ؟ قَالَ : نَعَمْ، هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ، وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ .

''اللہ کے رسول! کیا آپ نے ابوطالب کو کوئی فائدہ دیا؟ وہ تو آپ کا دفاع کیا کرتے تھے اور آپ کے لیے دوسروں سے غصے ہو جایا کرتے تھے۔ فرمایا: جی ہاں! (میں نے اُنہیں فائدہ پہنچایا ہے) وہ اب بالائی طبقے میں ہیں، اگر میں نہ ہوتا، تو جہنم کے نچلے حصہ میں ہوتے۔''

(صحيح البخاري : 3883، صحيح مسلم : 209)

سوال: کیا تمام انبیا نبی کریم ﷺ کے اُمتی ہیں؟

جواب: تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو نبی کریم ﷺ کا اُمتی قرار دینا غلو ہے۔ اسلاف اُمت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں، نہ قرآن وحدیث سے اس نظریے کی تائید ملتی ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنی ذات کا مظہر بنایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی ذات کا مظہر نہیں بنایا، یہ گمراہ کن صوفیا کا نظریہ ہے، جو محض غلو پر قائم ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ہیں، زندگی میں بھی نہیں تھے اور اب

جب کہ آپ ﷺ اللہ کے پاس جا چکے ہیں، تب بھی نہیں ہیں۔ آپ کو حاضر ناظر سمجھنے والا عقیدہ اہل سنت والجماعت اور ائمہ سلف کی تصریحات سے متصادم اور نصوص قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے۔

سوال: جنات کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؟

جواب: جنات کو شعلے مارتی آگ سے پیدا کیا گیا۔

❁ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ﴾(الحجر : ٢٧)

''ہم نے انسانوں سے پہلے جنوں کو شعلے مارتی آگ سے پیدا کیا۔''

❁ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَارٍ﴾(الرّحمٰن : ١٥)

''اللہ نے جنوں کو شعلے مارتی آگ سے پیدا کیا۔''

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَّخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِّنْ نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ.

''فرشتے نور سے اور جنات شعلے مارتی آگ سے پیدا ہوئے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے تخلیقی مرحلہ سے تو آپ پہلے ہی آگاہ ہیں۔''

(صحیح مسلم : 2996)

سوال: کیا جنات میں توالد وتناسل ہے؟

جواب: انسانوں کی طرح جنات میں بھی توالد وتناسل کا سلسلہ ہے۔

(سوال): کیا جنات میں بھی مسلمان اور کافر ہوتے ہیں؟

(جواب): انسانوں کی طرح جنات بھی مکلّف ہیں، ان میں بھی کافر، مسلمان، فاسق اور صالح ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت جنوں کی طرف بھی ہوئی ہے۔

(سوال): جنات کا انکار کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): جو شخص سرے سے جنات کے وجود کا انکار کرے، وہ کافر ہے، کیونکہ کتاب وسنت کی واضح نصوص سے جنات کا ثبوت ملتا ہے، لہٰذا جنات کا انکار کئی نصوص کا انکار ہے، جو بالاتفاق کفر وارتداد ہے۔

(سوال): کیا فرشتے گناہ کرتے ہیں؟

(جواب): اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں گناہ کی صلاحیت پیدا نہیں کی۔ فرشتے وہی کام کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ نے نافرمانی نہیں کرتے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (التّحريم: ٦)

”فرشتوں کو اللہ تعالیٰ جو حکم دیتا ہے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔“

(سوال): عذاب برزخ سے کیا مراد ہے؟

(جواب): وفات سے لے کر بعث تک کے درمیانی عرصہ کو برزخ کہتے ہیں۔ قبر کے عذاب کو ہی برزخی عذاب کہتے ہیں۔

برزخ آخرت کا حصہ ہے۔ اس کے معاملات کا وحی کے بغیر عقل سے ادراک کرنا محال ہے۔ یہ آخرت کی منزل ہے۔ حیات برزخیہ ہر ایک کو حاصل ہوتی ہے، اس میں کسی

کی تخصیص نہیں۔ برزخی زندگی کو دنیاوی زندگی پر قیاس کرنا درست نہیں۔ حیات برزخیہ پر موت کا لفظ محض دنیاوی اعتبار سے بولا جاتا ہے، ورنہ یہ بھی ایک الگ زندگی ہے۔

میت کا قبر میں راحت پانا یا عذاب کی مختلف صورتوں سے دوچار ہونا، نیک میت کا یہ کہنا کہ مجھے جلدی لے چلیں اور فاسق وفاجر کا یہ کہنا کہ ہائے وائے، مجھے کہاں لے جارہے ہو؟ جہاں جہاں قرآن وحدیث نے میت کے لیے سننے کا ثبوت دیا ہے، جیسے قلیب بدر کا واقعہ، مردے کا دفن کے بعد قدموں کی چاپ سننا، اسی طرح نبی کریم ﷺ کا سیدنا ابراہیم اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا، خود نبی کریم ﷺ کا معراج کی رات تمام انبیا علیہم السلام کی بیت المقدس میں امامت کروانا، اس کے بعد بعض انبیا سے آسمانوں پر ملاقات کرنا، میت کا قبر میں بٹھایا جانا، اس سے سوال وجواب ہونا، قبر کا تنگ ہو جانا، وغیرہ۔ یہ غیبی امور ہیں جو کہ قرآن وحدیث کی نصوص پر موقوف ہیں، فقط ان پر ایمان لانا ہے۔

۞ مفسر قرآن، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ أَصْلٌ كَبِيرٌ فِي اسْتِدْلَالِ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلٰى عَذَابِ الْبَرْزَخِ فِي الْقُبُورِ، وَهِيَ قَوْلُهُ: ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾

''قبر میں برزخی عذاب کے اثبات پر یہ آیت اہل سنت کی عظیم دلیل ہے: ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ ''وہ صبح وشام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 146/6)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

''ابن حزم رحمہ اللہ وغیرہ کا یہ نظریہ کہ قبر میں صرف روح کو سوال ہوگا، درست

نہیں۔ ان کا نظریہ تو اور بھی برا ہے، جو کہتے ہیں کہ عذاب صرف جسم کو ہوگا روح کو نہیں۔ احادیث صحیحہ سے دونوں نظریات کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ عذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوگا، جزا وسزا روح کو الگ سے بھی ملے گی اور جب بدن کے ساتھ ہوگی تب بھی۔ یاد رکھئے! کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے، ہر مستحق عذاب مرنے کے بعد اپنی سزا پالے گا، اسے قبر میں دفنایا جائے یا نہ دفنایا جائے، درندوں کی خوراک بن جائے، جل جائے، مٹی بن جائے، ہوا میں بکھر جائے یا پانیوں میں غرق ہو جائے، اس کی روح اور بدن کو وہ عذاب پہنچتا رہے گا جو قبر میں ہونا تھا، نبی کریم ﷺ کی حدیث پر بلا کمی بیشی ایمان لے آیئے، آپ کی حدیث میں بے وجہ احتمالات نہ پیدا کیجئے، اس کے ہدایت پر مبنی مفہوم میں جھول نہ لایئے، اللہ ہی جانتا ہے کہ ان لوگوں کی تعداد کیا ہے، جو حدیث نبی ﷺ کے ساتھ اس طرح کا رویہ اپنا کر جادہ حق سے بھٹک گئے، یاد رکھئے! الٹا فہم ہی ہر بدعت وضلالت کی ماں ہے، یہ ہر خطا کی اصل اصول ہے، گو کہ برا ارادہ بھی ان برائیوں کا موجب ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جہان تین ہیں، دنیا، جہانِ برزخ اور جہانِ قرار، اللہ تعالیٰ نے ہر جہان کے احکام بنائے ہیں، جو ان کے ساتھ خاص ہیں، انسان بدن وروح کا مرکب ہے، تو احکام دنیا، بدن وروح پر لاگو ہوں گے، احکام برزخ بھی بدن وروح پر لاگو ہیں، جب حشر کا دن ہوگا، تو عذاب و ثواب بدن اور روح دونوں پر ہوگا، آپ جان چکے ہیں کہ قبر کا باغیچہ جنت ہونا یا پاتال جہنم ہونا عقل کے عین موافق ہے، حق ہے جس میں شک کی گنجائش

نہیں، اسی سے مومن وغیر مومن کی تمیز ہوتی ہے، لازماً جان لیجئے! کہ قبر کی جزاء وسزاء دنیا کی جزاء وسزاء سے الگ ہیں، ممکن ہے کہ اللہ قبر کی مٹی اور پتھروں ہی کو مرنے والے کے لئے اتنا گرم کر دے کہ وہ انگارے سے زیادہ تکلیف دہ ہو، جب کہ زندہ اسے ہاتھ لگائیں تو انہیں محسوس بھی نہ ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ساتھ لیٹے دو شخص ایک نارِ جہنم میں ہو دوسرا باغ جنت میں۔ اس کو پڑوس سے جہنم کی آگ نہ لپیٹے، جہنم والے کو پڑوسی کی جنت سے مس نہ ہو، اللہ کی قدرت اس سے بھی بلند اور بالا ہے، لیکن مصیبت ہے کہ انسان ان چیزوں کا انکاری ہو جاتا ہے جو اس کی عقل میں سما نہ پائیں، حالانکہ اللہ نے ہمیں اس دنیا میں ہی ایسے عجائب دکھا رکھے ہیں جو عذاب قبر سے بھی زیادہ تعجب خیز ہیں، جب اللہ چاہتا ہے، اپنے بندوں پر بعض چیزیں ظاہر کر دیتا ہے، اگر اللہ ہر بندے پر یہ چیزیں ظاہر کر دے تو مکلّف بنانے اور ایمان بالغیب کی حکمت باقی نہ رہتی، لوگ مردوں کو دفنانا چھوڑ دیتے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ آپ مردوں کو دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ آپ کو قبر میں عذاب دیئے جانے والوں کی آواز سنا دیتا۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 400-401)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : عَذَابُ الْقَبْرِ هُوَ عَذَابُ الْبَرْزَخِ أُضِيفَ إِلَى الْقَبْرِ لِأَنَّهُ الْغَالِبُ وَإِلَّا فَكُلُّ مَيِّتٍ وَّإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَعْذِيبَهٗ نَالَهٗ مَا أَرَادَ بِهٖ قُبِرَ أَوْ لَمْ يَقْبُرْ وَلَوْ صُلِبَ أَوْ غَرِقَ فِي الْبَحْرِ أَوْ

أَكَلَتْهُ الدَّوَابُّ أَوْ حُرِّقَ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا أَوْ ذُرِّيَ فِي الرِّيحِ وَمَحَلُّهُ الرُّوحُ وَالْبَدَنُ جَمِيعًا بِّاِتِّفَاقِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَكَذَا الْقَوْلُ فِي النَّعِيمِ.

''علما کہتے ہیں کہ عذاب قبر ہی عذاب برزخ ہے۔اس کی نسبت قبر کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ یہ اکثر قبر ہی میں ہوتا ہے۔میت قبر میں ہو یا نہ ہو،غرق ہو جائے،درندے کھالیں،جل کر راکھ ہو جائے یا ہوا میں اڑا دیا جائے،جب اللہ چاہے گا اسے عذاب دے گا۔عذاب روح اور بدن دونوں کو دیا جائے گا۔ اس پر اہل سنت کا اجماع ہے،یہی معاملہ نعمتوں کا ہے۔''

(شرح الصُّدور بشرح حال المَوتٰی، ص81)

سوال: کیا مرنے کے بعد انسان کی روح دنیا میں رہتی ہے؟

جواب: جب انسان پر موت طاری ہوتی ہے،تو فرشتے اس کی روح کو نکال کر اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاتے ہیں،پھر وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آتی،صرف قبر میں سوال وجواب کے وقت میت میں دوبارہ لوٹائی جاتی ہے،پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ کے پاس چلی جاتی ہے، زمین میں نہیں رہتی،نہ کبھی دنیا میں واپس آتی ہے۔

سوال: کیا تناسخ ارواح کا عقیدہ کفر ہے؟

جواب: تناسخ ارواح کا عقیدہ کفر ہے۔ایک روح ایک ہی بدن کے لیے ہے،کسی دوسرے بدن میں داخل نہیں ہوتی۔مسلمانوں میں سے کوئی بھی تناسخ ارواح کا قائل نہیں۔

سوال: مرنے کے بعد کافروں کی روحیں کہاں ہوتی ہیں؟

جواب: مرنے کے بعد کافروں کی روحیں جہنم میں ہوتی ہیں،عذاب کا شکار رہتی

ہیں۔ دنیا میں نہیں ہوتیں۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ ”بعض کافروں کی روحیں یمن کے چاہ برہوت نامی نالے پر رہتی ہیں۔“ اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ بات محتاج دلیل ہے، بغیر دلیل ایسا دعویٰ کرنا جائز نہیں۔

سوال: کیا جسم کے ساتھ روح بھی فنا ہو جاتی ہے؟

جواب: موت کے وقت روح جسم سے نکل جاتی ہے اور باقی رہتی ہے۔ اس کے فنا ہونے پر کوئی دلیل نہیں، بلکہ قرآن و احادیث سے ثابت ہے کہ روح باقی رہتی ہے۔

سوال: کیا دفن کے بعد قبر دبوچتی ہے؟

جواب: میت مسلمان ہو یا کافر، اچھی ہو یا بری، ہر کسی کو دفن کے بعد قبر ایک مرتبہ ضرور دبوچتی ہے، بعد میں نیکوکاروں کے لیے کشادہ ہو جاتی ہے، یہ دبوچنا عذاب نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ لِلْقَبْرِ ضَغْطَةً، لَوْ كَانَ أَحَدٌ نَّاجِيًا مِّنْهَا نَجَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ.

”قبر ایک بار ضرور دبوچتی ہے، اگر اس سے کوئی بچ سکتا ہوتا، تو سعد ہوتے۔“

(مسند الإمام أحمد: 55/6، 98، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۱۲) نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”قوی“ کہا ہے۔

(سِیَر أعلام النّبلاء: 290/1)

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”جید“ کہا ہے۔

(تخریج أحادیث الإحیاء، ص 1888)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

''یہ تنگی اور پکڑ عذاب قبر نہیں ہے، بلکہ یہ تو ایک حالت ہے، جس کا سامنا مومن کو بہر صورت کرنا پڑتا ہے، جیسا کہ دنیا میں اپنے بیٹے یا محبوب کے گم ہو جانے پر پریشانی کا سامنا ہوتا ہے۔ اسی طرح اسے بیماری، جان نکلنے، قبر کے سوالات، اس پر نوحہ کرنے کے اثرات، قبر سے اٹھنے، حشر اور اس کی ہولنا کی اور آگ پر پیشی وغیرہ جیسے حالات کی تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے یا پڑے گی۔ ان دہشت ناک حالات سے انسان کا پالا پڑ سکتا ہے۔ یہ قبر کا عذاب ہے، نہ جہنم کا۔ لیکن اللہ تعالیٰ شفقت کرتے ہوئے اپنے متقی بندے کو بعض یا سب حالات سے بچا لیتے ہیں۔ مومن کو حقیقی و ابدی راحت اپنے رب کی ملاقات کے بعد ہی حاصل ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَنْذِرْهُم يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ (مریم: ۳۹) 'آپ لوگوں کو حسرت والے دن سے خبر دار کر دیں۔'' فرمایا: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ، إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ﴾ (المؤمن: ۱۸) 'آپ لوگوں کو تنگی اور بدحالی والے دن سے ڈرا دیں کہ جب کلیجے منہ کو آئیں گے۔' ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر، لطف و کرم اور پردہ پوشی کا سوال کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ان جھٹکوں کے باوجود سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں اور بلند مرتبہ شہدا میں سے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ کامیاب انسان کو دنیا و آخرت میں کسی قسم کی پریشانی، قلق، تکلیف، خوف اور گھبراہٹ کا سامنا نہیں ہوگا۔ اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمیں عافیت عطا فرمائے اور

ہمارا حشر (سید الانصار) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دے۔''

(سير أعلام النّبلاء :1/290-291)

سوال: منکر اور نکیر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: منکر اور نکیر دو فرشتے ہیں، جو قبر میں سوال و جواب کے وقت آتے ہیں۔

علامہ ابن مَلَک رحمہ اللہ (۸۵۴ھ) فرماتے ہیں:

سُمِّيَا بِهِمَا لِأَنَّ الْمَيِّتَ لَمْ يَعْرِفْهُمَا وَلَمْ يَرَ صُوْرَةً مِثْلَ صُورَتِهِمَا .

''ان کا نام منکر نکیر اس لیے رکھا گیا، کیونکہ میت ان کی جان پہنچان نہیں رکھتی، نہ میت نے ان کی طرح کی شکل پہلے دیکھی ہوتی ہے۔''

(شرح المصابيح :1/137)

سوال: کیا جمعہ کے دن فوت ہونے والا عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے؟

جواب: ثابت نہیں، اس بارے میں مروی روایات ضعیف ہیں۔

سوال: کیا ماہِ رمضان میں فوت ہونے والا عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے؟

جواب: اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

سوال: کیا قبر میں کافر کو مارنے والے فرشتے اندھے اور بہرے ہوں گے؟

جواب: ثابت نہیں۔

سوال: کیا قبر میں سانپ اور بچھو ہوں گے؟

جواب: آثار صحابہ سے ثابت ہے کہ عذاب قبر کے لیے سانپ بھی مسلط کیے جائیں گے۔ بچھو کا ذکر نہیں۔